افغانوں کے ملک الشعرا ملا محمد توفیق کشمیری

تحقیق و نگارش از محمد منور مسعودی

محمد توفیق کا تولد ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۴ء میں سرینگر میں ہوا۔ اور ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۷۸۵ء میں کشمیر پر افغانوں کے تسلط کے تینتیس سال بعد انتقال کیا۔[1]

۱؎ ہ مجموع التواریخ از بیربل کاچرو ص ۳۱۲/۳۹۴ ب

الف تاریخ حسن از پیرزادہ غلام حسن کھویہامی ج ۴ ص ۷۴

تذکرہ حسینی از میر حسن دولت سنبھلی ص ۷۹ بحوالہ تذکرہ شعرای کشمیر از مرحوم پیر حسام الدین راشدی

مجمع النفائس از سراج الدین علی خان آرزو ص ۷۳ ب

عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی ص ۱۸

صحف ابراہیم از علی خان ص ۱۱۲ الف

تذکرہ روز روشن از مولوی مظفر حسین صبا ص ۱۳۶

بیاض خطی از بندہ علی یاسط ص ۱۷۴

گلستان مسرت از عبدالرحمٰن شاکر ص ۵۴، ۹۹، ۱۰۰، ۱۲۵، ۱۳۱، ۳۳۱

کشیر از محی الدین صوفی ص ۴۴۷ ج دوم

گردھاری لعل ٹیکو کی "پارسی سرایان کشمیری" میں ملا محمد توفیق کی تاریخ وفات ۱۲۰۱ لکھی ہے جو تحقیق صحیح نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

ان کا تعلق جڈو قبیلہ سے تھا۔ توفیق نے یہیں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی اور اپنے شعری ذوق کی تکمیل کی۔ توفیق میں شعری ذوق خدا داد تھا اور شروع جوانی سے ہی فارسی شعر و شاعری میں طبع آزمائی کرتا تھا شروع شروع میں مُلا ساطع کشمیری سے اصلاح لی اور بعد میں محمد رضا مشتاقؔ سے فنون شعر میں تربیت حاصل کی ان کے ادبی ذوق کا خمیر جب پختہ ہو گیا اور شاعری کے رموز و ضوابط سے بہرہ ور ہوئے تو ان کے ہم عصر شعرا اور ادبا کا ان کے ہاں ہجوم رہنے لگا اور توفیق تھوڑی ہی مدّت میں خاصے مشہور ہو گئے۔ شاعرانہ مناظروں اور ادیبانہ مباحثوں میں ان کو خاص طور پر بلایا جانے لگا اور اپنے اساتذہ ملا ساطع اور مشتاقؔ کشمیری کے ہمدوش بیٹھنے لگے۔ اسی عرصہ میں کشمیر کی نظامت مغلوں سے افغانوں میں منتقل ہوئی اور فارسی زبان و ادب کی روایت کو ایک سیاسی انتشار سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن فارسی ادب کی یہ خوش قسمتی رہی کہ مغلوں کے بعد کشمیر پر قابض افغانوں کی مادری اور سرکاری زبان بھی فارسی ہی تھی اور پھر افغان نظامت انہیں سکھ جیون مل جیسے حکمران بھی ملے جنہیں فارسی زبان اور شعر و ادب سے خاصا شغف حاصل تھا جیون مل نے نظامت کشمیر سنبھالتے ہی یہاں کے فارسی گو سخنوروں اور ادیبوں کی ایک نشست منعقد کر کے " انجمن شعرای فارسی " کا قیام عمل میں لایا ۔:

اور انہیں شاہنامہ کشمیر لکھنے کے لئے متعین کیا۔ اس کام کے لئے جیون مل نے سات معروف شعرا کا انتخاب کر کے ہر شاعر کو اس کام میں دس دس منتخب شعرا کی نگرانی کا کام سونپا گیا اور ان تمام کی سرپرستی و رہنمائی کے لئے ملا محمد توفیق کو ملک الشعرا مقرر کیا[۱] ان سات شعرا میں ملا محمد توفیق معروف بہ لالہ جو کشمیری کے علاوہ ملا محمد رفیع محمد علی خان متین، محمد جان بیگ سامی، رحمت اللہ بانڈے توید، ملا راجح کشمیری اور عبدالوہاب شائق ہیں ان میں سے ہر ایک کے ذمہ الگ الگ ادوار تھے اور ہر ایک کی مدد کے لئے دس دس شعرا مقرر تھے چنانچہ کشمیر میں مسلم سلاطین کی پوری تاریخ کے کسی بھی دور میں فارسی شعرا کی اتنی بڑی انجمن، نہیں ملتی۔ جہاں باضابطگی کے ساتھ شعرا اور ادبا کی درباری سرپرستی ہوئی اور انہیں کسی ادبی و تاریخی کام پر مامور کیا گیا ہو۔ لیکن اسکے کچھ عرصہ بعد ہی سُکھ جیون مل کی دردناک حراست کی وجہ سے اس انجمن کا شیرازہ پھر سے بکھر گیا اور ایک اہم کام نامکمل رہا ملا محمد توفیق اس نازک گھڑی میں بہر حال ملک الشعرائی کے فرائض انجام دیتے رہے اور اپنے چند ساتھیوں کے سمیت شاہنامہ نویسی کا قابل قدر کام بھی کیا لیکن افغانوں کے سیاسی انتشار اور ان کی لوٹ کھسوٹ کا اثر یہاں کی زندگی کے ہر شعبہ پر پڑا چنانچہ ادب بھی اس سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا اور شاہنامہ کشمیر جو توفیق کی نگرانی میں جسقدر لکھا گیا تھا متفرق اور بے ربط صورتوں میں مختلف تحقیقی اور علمی اداروں میں بکھرا ہوا پایا جاتا ہے۔

ملا محمد توفیق کی مثنوی "احوال ملک کشمیر" کے علاوہ ان کے آثار میں قصاید، غزلیات، رباعیات، متفرق نظمیں اور بحر طویل میں اشعار شامل ہیں[۲] مثنوی "احوال ملک کشمیر" قریب قریب دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور کشمیر کے حالات پر مستند تاریخ سمجھی جاتی ہے

---

۱ تحقیقات امیری از امیر الدین پکھلیوالا ص ۲۶۸ ب

۲ توفیق کے کلام کا خطی نسخہ ریسرچ لائبریری کشمیر یونیورسٹی میں موجود ہے۔

Scanned with CamScanner

ملا محمد توفیق سبک شعر میں سبک ہندی کا پیش رو شاعر تھا لیکن غزلیات میں توفیق حافظ شیرازی، صائب تبریزی، مولانا جامی اور کلیم کاشانی سے متاثر نظر آتے ہیں اور اپنی بیشتر غزلیات میں تذکرہ شعرا کی پیروی کی ہے ہم یہاں پر اختصار کے ساتھ توفیق کے کلام کی چند ایک مثالیں جائزہ کی غرض سے پیش کرتے ہیں تاکہ ملک اشعرا ملا محمد توفیق لالہ جو کی شاعرانہ شخصیت اور عظمت ان کے کلام کی روشنی میں مرتب ہو سکے۔

امثال کلام :-

فغان دردمندان یا فتم دار جاودانی	سپند آسا بدنبال فغان خویشتن رفتم [1]
در یاد زلف بت کشمیر نژادی	شد تارسر و مارسر از گریہ دو چشم [2]
تیرت از سینہ من دل زدہ آید بیرون	ہمچو آنکس کہ زماتم کدہ آید بیرون [3]
بینی و چشم و ابروی تو ای سیم اندام	شاخ بادام، دو بادام، دو برگ بادام [4]
می دہد توفیق داد عاشقان آخر فلک	خاک اگر امروز زیر پاست فردا بر سر است [5]

فٹ نوٹ [1] تا [5] :۔ تحقیقات امیری از امیر الدین پکھلیوال ص ۲۶۸ ب

الف۔ مجمع النفائس از سراج الدین علی خان آرزو ص ۷۳ ب

" تذکرہ شعرای کشمیر از مرحوم حسام الدین راشدی

" تذکرہ شمع انجمن از محمد صدیق خان ص ۹۹ بحوالہ تذکرہ شعرای کشمیر

" تذکرہ روز روشن از مولوی مظفر حسین صبا ص ۱۳۶ " "

" عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی ص ۱۸

نوٹ : اورد یئے گئے اقتباس کے پہلے شعر کا پہلا مصرعہ لفظاً "دارد" دوسرا شعر مکمل وزن سے خارج نظر آتا ہے اسیطرح شعر میں "بیرون" کا مختلف استعمال وزن شعر کے لحاظ موزون نہیں ہے پھر چوتھے شعر میں پہلا مصرعہ وزن سے گرتا ہے اسمیں یا تو لفظ "بینی" سے پہلے کوئی موزون اور متعلقہ اور یا پھر "بینی چشم" کے بعد صرف "و" کے بجائے لفظ "تو" آنا چاہیے۔ ہمارے خیال میں یہ کتابت کی لغزش ہو سکتی ہے یا پھر مخطوطہ شناسی کا فرق ہو سکتا ہے۔ نیز "تارسر" اور "مارسر" کشمیر کی دو بلند ترین (سطح کے لحاظ سے) جھیلوں کے نام ہیں۔

سرورا! جای تعجب نبود سایہ تو
خویشتن راگر از اہل نظر پنہان کرد

بادشاہ دو جہانی! ورزمین بوس ترا
آن شرف نیست کہ خود را گم از آن نتوان کرد

رسیدہ بود بدان کار سرورا کہ شود
جہان بدہ مردم زدود کفر سیاہ

کہ آمدی پی اطفای آن ز محفل قرب
بدان شتاب کہ وا ماندہ سایہ ات در راہ[1]

می سزد فتنۂ دوران شدنت ای کافر!
کہ ترا پیشی بانی است چو کاکل بر سر[2]

ساخت آئینہ و این نکتہ پشیش زدہ نفس
دھر صد خانہ کند از پی یک خانہ خراب[3]

طور و طرز نگہ عشوہ پسندش بنگر
راہ مردم زدن چشم کشندش بنگر

تا ننش باہمہ موزونی اعضادریاب
استخوان بندی مصراع بلندش بنگر

غمزۂ ناوک ابروی کمانش دیدی
چشم عیار ببین زلف کمندش بنگر

دل بہ گیسو چہ دہی! در پی کاکل چہ روی
حال توفیق پریشان و نژندش بنگر[4]

---

[1] ماخوذ از تذکرہ روشن ص ۱۳۶ بحوالہ راشدی

[2] ماخوذ از کشیر ص ۴۷۸ ج دوم نوٹ شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظ "شدنت" وزن و موزونیت کے لحاظ سے مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔

[3] ماخوذ از بیاض بندہ علی باسط بحوالہ راشدی ص ۱۷۶ ج اول

[4] تذکرہ شعرای کشمیر از راشدی ص ۱۷۰ ج اول

نوٹ، توفیق کے رنگ میں غالب کی یہ فارسی غزل کسقدر مماثل نظر آتی ہے جس کے مطلع کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

بیا و جوش تمنای دیدنم بنگر
چو اشک از سر مژگان چکیدنم بنگر

از من بجرم تپیدن کنارہ میکردی
بیا نجاک من و آرمیدنم بنگر

ملا توفیق کشمیری اور اسداللہ خان غالب دھلوی دونوں ہم عصر شاعر ہیں اور یہ بات ابھی تک تحقیق کی رو سے واضح نہیں ہوسکی ہے کہ اس انداز فکر اور بیان میں کس نے کس کی پیروی کی ہے۔

Scanned with CamScanner

شیخ سید عبدالقادر جیلانی ؒ کی شان میں توفیق کی ایک طویل منقبت ملتی ہے[۱] منقبت کا انداز پختہ، رواں اور مولانا جامی کے انداز بیان سے ملتا ہے منقبت کے درج ذیل چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

من کہ از چشم حقارت سوی بی سامانیم — آن گدایم من کہ ناید در نظر سلطانیم
گر بگردوں می فروشد کردہ حاکم بجاست — در بسر دارد ضرور کیمیا خاکم بجاست
خاطرم توفیق از بیداد دور آسمان — ما فی[۲] مینجو است کان نبود میسر در جہان
یافت بختم راہ در برزخ سعادت ناگہان — کز عنایت راو لطف بی نشان آخر نشان

می چلد فتنہ دوران شدت ای کافر — سوزم دکا ھم و در تاب و تبم چون اخگر
یافتم در خم زلفت چو دل خود دیدم — چلد گر دید کمان اجل و من غافل[۳]

ز عالی ہمتی بر ہر چہ از دنیا نظر کردم — بسان مہر از وی در نظر کردن گذر کردم
فرید و قتم و کام زمرگ کام شد حاصل — شکر را خاک کردم خاک را دیگر شکر کردم[۴]

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ توفیق نے حافظ کی شیرین کلامی سے خاصی حد تک فائدہ حاصل کیا ہے اور ان کے انداز بیان کو اپنانے کی سعی بھی کی ہے صاحب ذوق حضرات اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ توفیق اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں حافظ کے رنگ میں توفیق کے اشعار ملاحظہ کیجئے :-

---

[۱] ماخوذ از تحقیقات امیری از امیر الدین پکھلیوالا ص ۲۶۸ ب
[۲] "مانیہ"
[۳] ماخوذ از مجموع التواریخ (تاریخ کشمیر) از بیربل کاچرو ص ۳۴۴
[۴] الیفاً

دوش بر عشق چون سیحاب براتم دادند   نقد آرام گرفتند و حیاتم دادند [1]
گل رسوای تو می مالسیدم [2]   من صمان روز کہ تشریف حیاتم دادند
کردندام وزمراشاخ بناتی توفیق   نیست غم خانہ شیرین حرکاتم دادند [3]

یا

جہان خاک خرابات خوخم خوش کردیم   خورو اینجا دل ما آب و فروکشی کردیم
جگر تاب وتب ما دل این خاک نداشت   خاک وگر ز خود ایجاد جو آتش کردیم [4]

وغیرہ

---

[1] اس شعر میں لفظ "حیاتم" موزون معلوم نہیں پڑتا۔

[2] لفظ "می مالیدم" وزن کے لحاظ سے ناموزون دکھائی دیتا ہے

[3] توفیق کی یہ پوری غزل حافظ کے طرز فکر اور انداز بیان سے ملتی جلتی ہے حافظ کی اس غزل کا مطلع یوں ہے دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ران ظلمت شب آب حیاتم دادند چنانچہ توفیق کا زیادہ تر غزلیہ کلام حافظ کے رنگ میں ملتا ہے۔ مثلاً دوسری غزل کے اشعار تذکرہ بالا درجہ ثانی اشعار کے رنگ میں ملاحظہ ہوں :-

خیز تا از در میخانہ کشادی طلبیم   برہ دوست نشینیم و مرادی طلبیم
لذت داغ غمت بر دل ما باد حرام   اگر از جور غم عشق تو دادی طلبیم
ما درس سحر در رہ میخانہ نہادیم   محصول دعا در رہ جانانہ نہادیم

یا

در خرمن صد زاہد عاقل زند آتش   این داغ کہ ما بر دل دیوانہ نہادیم

[4] مجموع التواریخ (تاریخ کشمیر) از بیربل کاجرو ص $\frac{۳۹۴}{۳۱۲}$ ب

سکھ جیون مل کی معزولی کے بعد یہ تمام شعرا بھی بے خانما بربادی اور پریشانیوں کا شکار ہوئے امن وسکون کی فضا اور ادبی ماحول جاتا رہا چنانچہ ان شعرا کی قدر دانی نہ ہوئی اور یہ گوشہ گمنامی اور کس مپرسی میں کھو گئے ان ایام میں توفیق بھی مفلوک الحال ہو چکا تھا اور بیکسی کے دن گذار رہا تھا توفیق کے کلام سے ان حالات اور اس پر گذرنے والے صدموں اور حادثات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے خاص طور پر وہ اپنی بیکسی اور شوقِ سخن کا اسطرح اظہار کرتا ہے :-

نہ بازرگان نہ شہ نہ مال دارم | یکی از عاشقان جہان سیدارم
بود گر در لباطم مالی ای جہان | ہمین عشق است آنہم از تو دارم
صبا گردی کہ از کوی تو آرد | بہ از صد گنج یاد آور شمارم
درین دشت آن غریب بیکسیم من | کہ کس جز آسمان بر سر ندارم
نہ زان سان خواستم در جستجویت | کہ گردم خاک و لبشنید غبارم
بتصدیع کسی راضی نبودم | شکستند از چہ مانند خمارم
چنان سودای زلفت ہوش بردر[1] | کہ پنداری کہ شخص سایہ دارم

یا جب ناصحانہ انداز میں دلیل کے طور پر کہتا ہے :-

ع چون روز شود خفاش گرددتیرہ روز زشت را اقبال نیکویان دلیل شامت است

مثنوی گوئی میں ملا محمد توفیق فردوسی سے خاصا متاثر نظر آتا ہے اور مثنوی میں فردوسی کا رنگ اس پر اتنا غالب ہے کہ "شاہنامہ فردوسی" اور توفیق کی مثنوی "احوال ملک کشمیر" انداز بیان، سلاست، روانی اور واقعہ نگاری چہ در رزم وچہ در بزم کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ یہاں پر توفیق کی مثنوی کے چند اشعار ملاحظ فرمائیں :-

---

[1] یہاں پر "ہوش بردر" کے بجائے "ہوش برداشت" ہوتا تو وزن و موزونیت کے لحاظ سے نہایت مناسب رہتا۔

چنین کرد استاد رنگین سخن — گل رفته را باز زیب چمن
که چون گشته کشمیر بار دگر — بفرمان یوسف شه نامور
دل مردم شهر و ده کرد شاد — بجور و نه بخشش بعدل و بداد
رسوم ستمهای شاهان پیش — بهم بر زدن ساخت آئین خویش

یا

زبس فرش قالین ایران شده — فضای زمین نقش میدان شده
ز زرین سرپرده های بتاب — همی کرد گم خویش را آفتاب

وغیرہ

اسطرح صائب تبریزی کی غزل پر توفیق کی ایک مخمس بھی شاعر کے مہارت فن کی دلیل ہے۔

نیست کس از کس زلطفت کم ببرگ سازها — گر همه مور است دارو بر سلیمان نازها
پشهٔ ناچیز را استغنا زند بر بازها — ای ترا در سینه هر ذره پنهان رازها
خامهٔ صائب همان در پرده دار و رازها

وغیرہ

توفیق کے خواجہ حافظ کی غزل پر طویل مخمس کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:۔

دل شد از دست ای عزیزان الغیاث — کار ما افتاده بر جان الغیاث
الغیاث از درد هجران الغیاث — درد ما را نیست درمان الغیاث
هجر ما را نیست پایان الغیاث

وغیرہ

ملا محمد توفیق نے کلیم کاشانی اور مولانا جامی کی غزلیات پر بھی مخمس کہی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ توفیق کو مخمس گوئی پر نہ صرف مہارت اور دسترس حاصل تھی بلکہ یہ صنف شعراں کی مرغوب ترین تھی کلیم کی غزل پر توفیق کی مسمط کے چند اشعار:۔

رحم غم افتادہ در دل کار گراز سوز شوق　　گشت دل خون کرد راہ دیدہ سراز سوز شوق
جوی خون دل شدہ مژگان تواز سوز شوق　　مید ہد طغیان اشک ما خبر از سوز شوق
گل بدامن بنگر واز خار ما مپرس　　وغیرہ

اسیطرح جامی کی غزل پر مخمس :-

چہ طالعت کہ رو بر من غریب آورد　　چہ دولت است کہ بر سرم النصیب آورد
بحکم رحم کہ بر جان ما شکیب آورد　　سحر نسیم صبا مژدہ حبیب　آورد
نوید مقدم گل سوی عندلیب آورد

توفیق بنیادی طور پر غزل اور مثنوی کے شاعر تھے اور انہوں نے صرف تقلید پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ توفیق کا اپنا بھی ایک خاص انداز ہے جو سبک ہندی کا غماز ہے اور اسی انداز بیان و طرز سخن کی نیرنگی اور خیال آفرینی سے انہوں نے اس بزم سخن کو ایک رونق کو ایک رونق تازہ بخشی تھی توفیق نے ایک جانب غزل میں حافظ۔ صائب اور کلیم کی، شعلہ نوائیوں سے استفادہ کیا دوسری طرف وہ اپنے ہم عصر اور عظیم المرتبت شعرا مثلاً غنی کشمیری غالب دھلوی، ساطع کشمیری اور مشتاق کشمیری کے طرز سخن و انداز بیان سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اسے زندہ و تابندہ رکھنے کی کوشش بھی کی۔ درحقیقت کشمیر میں بارھویں صدی ہجری میں جبکہ کشمیر مغل نظامت کی نظافت و نزاکت کھو کر، افغانوں کی وحشت، درندگی اور انتشار کا شکار ہو چکا تھا اور ان کی چنگیزی روش نے زندگی کے ہر طبقہ کو پسپا کر رکھا تھا اور اس صورت حال میں فارسی شعر و سخن کی آبیاری اور سیرابی کرنا ملا توفیق کا ماعہ امتیاز ہے :-